بلاک ۲ : اکائی ۷ : تاریخ

ترتیب

۷ ۔ ۰ مقاصد

۷ ۔ ۱ دیباچہ

۷ ۔ ۲ متن کا تعارف

۷ ۔ ۳ متن کا پہلا حصّہ

۷ ۔ ۴ متن کے پہلے حصّے پر گفتگو سے پہلے

۷ ۔ ۵ متن کے پہلے حصّے پر گفتگو

۷ ۔ ۶ کچھ اندازِ بیان کے بارے میں

مشق I

اپنا امتحان خود لیجیے I

۷ ۔ ۷ متن کا دوسرا حصّہ

۷ ۔ ۸ متن کے دوسرے حصّے پر گفتگو سے پہلے

۷ ۔ ۹ متن کے دوسرے حصّے پر گفتگو

۷ ۔ ۱۰ کچھ اندازِ بیان کے بارے میں

مشق II

اپنا امتحان خود لیجیے II

۷ ۔ ۱۱ خلاصۂ بحث

جوابات

مزید مطالعے کے لیے

۷۔ مقاصد

i۔ تاریخ کے مطالب کو ادا کرنے میں زبان کا استعمال اور اس کی خصوصیات پر روشنی ڈالنا اور

ii۔ اچھی نثر کے اصول ذہن نشین کرانا اس اکائی کے مقاصد ہیں۔

۷۔۱ دیباچہ

انسان اور حیوان میں ایک فرق یہ ہے کہ ہر حیوان سب کچھ نئے سرے سے سیکھتا ہے اس کے پاس تاریخ نہیں ہے اسی لیے علم کا ذخیرہ موجود نہیں ہے۔ اس کے مقابلے میں انسان کو زبان کی وجہ سے یہ سہولت مل گئی ہے کہ انسانوں کی ایک نسل اپنے تجربات اور اپنے علم کو آنے والی نسل کے لیے چھوڑ جاتی ہے اور پھر یہ نسل اسے آگے بڑھا کر اپنے بعد آنے والی نسل کے سپرد کر جاتی ہے اسی کا نام تاریخ ہے۔

اس لحاظ سے تاریخ ہماری تہذیب اور ہمارے علم دونوں کی بنیاد ہے اور تاریخ کی بنیاد ہے زبان، کیونکہ اگر زبان نہ ہوتی تو یہ تجربے اور یہ علم کیوں کر محفوظ رہتے اور نئی نسلوں تک کیسے پہنچتے؟

تاریخ صرف واقعہ ہی نہیں ہے، تصورات بھی تاریخ کا حصہ ہیں۔ آیئے دیکھیں کہ زبان تاریخ کے واقعات اور تصورات کو بیان کرتی ہے تو کن مسئلوں سے دوچار ہوتی ہے اور کس انداز سے بیان کرتی ہے۔

ان میں خیال آرائی اور جذباتیت تو ہو نہیں سکتی مگر دل کشی اور وضاحت ہونا ضروری ہے کہ بات دل میں اتر تی چلی جائے۔

تاریخ کے متعلق یہ اکائی اسی لحاظ سے مرتب کی گئی ہے۔

۷۔۲ متن کا تعارف

آپ جو متن پڑھیں گے یہ اردو کے مشہور مصنّف اور دانش ور سید سبطِ حسن کی کتاب "نویدِ فکر" سے لیا گیا ہے۔ اس میں انسانی تاریخ میں سیکولرازم کے تصور سے بحث کی گئی ہے کہ کس طرح یہ خیال رائج ہوا کہ حکومت کو کسی ایک مذہبی گروہ کے قبضے میں نہیں ہونا چاہیے بلکہ ہر قسم کی مذہبی پابندیوں سے آزاد ہونا چاہیے۔

سید سبط حسن کا چند سال قبل ۱۹۸۶ء میں انتقال ہوا۔ وہ رسالہ "نیا ادب" لکھنؤ کے مجاز اور سردار جعفری کے ساتھ مدیر بھی تھے حیدرآباد کے مشہور اخبار "سام" سے بھی متعلق رہے اور بھی کئی اہم اخباروں اور رسالوں سے متعلق رہے، لیکن ان کا کارنامہ ان کے سماجی علوم سے متعلق کتابیں ہیں۔

اس مضمون میں انہوں نے ایک اہم تصور کی تاریخ اور اس کے اہم نکات بیان کیے ہیں۔

۷۔۳ متن کا پہلا حصّہ

سیکولر اور سیکولرازم خالص مغربی اصطلاحیں ہیں۔ لاطینی زبان میں سیکولم SECULUM کے لغوی معنی 'دنیا' کے ہیں قرونِ وسطیٰ میں رومن کیتھولک پادری میں بٹے ہوئے تھے۔ ایک وہ پادری جو کلیسائی ضابطوں کے تحت خانقاہوں میں رہتے تھے۔ دوسرے وہ پادری جو عام شہریوں کی سی زندگی بسر کرتے تھے۔ کلیسائی اصطلاح میں آخرالذکر کو "سیکولر" پادری کہا جاتا تھا۔ وہ تمام ادارے

بھی سیکولر کہلاتے تھے جو کلیسا کے ماتحت نہ تھے اور وہ جائداد بھی جس کو کلیسا فروخت کر دیتا تھا۔" آج کل سیکولرازم سے مراد ریاستی سیاست یا نظم ونسق کے مذہب یا کلیسا سے علیحدگی اور سیکولر تعلیم وہ نظام ہے جس میں دینیات کو تعلیم سے الگ کر دیا جاتا ہے۔"

(انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا، جلد ۲۰، ص ۲۶۴)

انسائیکلوپیڈیا امریکہ میں سیکولرازم کی تشریح اور زیادہ وضاحت سے کی گئی ہے اس کے مطابق "سیکولرازم ایک اخلاقی نظام ہے جو قدرتی اخلاق کے اصول پر مبنی ہے اور الہامی مذہب یا مابعد الطبیعیات سے جدا ہے۔ اس کا پہلا کلیہ فکر کی آزادی ہے یعنی ہر شخص کو اپنے لیے کچھ سوچنے کا حق۔

۲۔ تمام فکری امور کے بارے میں اختلاف رائے کا حق۔

۳۔ تمام بنیادی مسائل مثلاً خدا یا روح کی لاقانونیت وغیرہ پر بحث مباحثے کا حق۔

سیکولرازم یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ موجودہ زندگی کی خوبیوں کے علاوہ کوئی اور خوبی نہیں ہے البتہ اس کا مقصد وہ مادی حالات پیدا کرنا ہے جس میں انسان کی محرومیاں اور افلاس ناممکن ہو جائیں۔"

ڈاکٹر مولوی عبدالحق کی انگلش اردو ڈکشنری کے مطابق سیکولرازم اس معاشرتی اور تعلیمی نظام کو کہتے ہیں جس کی اساس مذہب کے بجائے سائنس پر ہو اور جس میں ریاستی امور کی حد تک مذہب کی مداخلت کی گنجائش نہ ہو۔

سیکولر خیالات بہت قدیم ہیں لیکن سیکولرازم کی اصطلاح جارج جیکب ہولی اوک GEORGE I HOLYOAKE نامی ایک آزاد خیال انگریز نے ۱۸۴۰ء میں وضع کی۔ وہ شہر برمنگھم کے میکنکس انسٹی ٹیوٹ میں استاد تھے۔ برطانیہ کے مشہور سوشلسٹ رابرٹ اووین (۱۷۷۱ء تا ۱۸۵۸ء) کے ہم نوا ہونے کے جرم میں برطرف کر دیا گیا تھا اور

وہ کل وقتی مبلغ بن گیا تھا۔

اُن دنوں لندن سے آزاد خیالوں کا ایک رسالہ "ندائے عقل" نکلتا تھا۔ ۱۸۴۱ء میں جب رسالے کے ایڈیٹر کو دینِ مسیحی کی بے حرمتی کے جرم میں ایک سال کی قید اور سو پونڈ جرمانے کی سزا ہو گئی تو ہولی اوک کو رسالے کا ایڈیٹر مقرر کر دیا گیا، لیکن ابھی چند ہی ماہ گزرے تھے کہ ہولی اوک کو بھی ایک تقریر کی پاداش میں چھ ماہ قید کی سزا بھگتنی پڑی۔ جیل سے نکلنے کے بعد وہ آزاد خیالی کے حق میں مسلسل تقریریں کرتا اور رسالے لکھتا رہا۔ ۱۸۵۱ء میں اس نے لندن میں سنٹرل سیکولر سوسائٹی کے نام سے ایک انجمن قائم کی۔ ہولی اوک کا موقف یہ تھا کہ:

۱۔ انسان کی سچی رہنما سائنس ہے۔

۲۔ اخلاق مذہب سے جدا اور پرانی حقیقت ہے۔

۳۔ علم اور ادراک کی واحد کسوٹی اور سند عقل ہے۔

۴۔ ہر شخص کو فکر اور تقریر کی آزادی ملنی چاہیے۔

۵۔ ہم کو اس دنیا کو بہتر بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

سیکولرازم کو معاشرتی نظام کے لیے درست سمجھنے سے دیندار بے دین اور خدا پرست دہریہ نہیں ہو جاتا۔ سیکولرازم کا مقصد معاشرے کی صحت مند سماجی اور اخلاقی قدروں کو پامال کرنا نہیں ہے بلکہ سیکولرازم ایک ایسا فلسفۂ حیات ہے جو خردمندی اور شخصی آزادی کی تعلیم دیتا ہے اور تقلید و روایت پرستی کے بجائے عقل اور علم کی جو اجتہادی قوتوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ چنانچہ سیکولرازم کی تبلیغ کرنے والوں کی برابر یہی کوشش رہی ہے کہ انسان کے عمل و فکر کو توہمات کے جال سے نکالا جائے۔

سیکولرازم کی بنیاد اس کلیے پر قائم ہے کہ ضمیر و فکر اور اظہارِ رائے کی آزادی انسان کا پیدائشی حق ہے لہٰذا ہر فردِ بشر کو اس کی پوری پوری اجازت ہونی چاہیے کہ سچائی کا راستہ خود تلاش کرے

اور زندگی کے تمام مسائل پر خواہ ان کا تعلق سیاسیات اور اقتصادیات سے ہو یا مذہب و اخلاق سے، فلسفہ و حکمت سے ہو یا ادب و فن سے، اپنے خیالات کی بلا خوف و خطر ترویج کرے۔ طاقت کے زور سے کسی کا منہ بند کرنا یا دھمکی اور دھونس سے کسی کو زبردستی اپنا ہم خیال بنانا حقوق انسانی کے منافی ہے اور اس بات کا اقرار بھی کہ بحث و مباحثے میں ہم اپنے حریف کی دلیلوں کا جواب دینے سے قاصر ہیں۔

جبری زبان بندی کے نتائج بھی معاشرے کے حق میں بڑے مہلک ثابت ہوتے ہیں، ملک کی فضا میں گھٹن اور اُمس کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ قوم کی کمر جھک جاتی ہے اور خوف اتنا بڑھ جاتا ہے کہ شاخِ گل کا سایہ بھی سانپ بن کر ڈرانے لگتا ہے۔ لوگ اقتدار کی خوشنودی ہی کو زندگی کا مقصد بنا لیتے ہیں اور سوچنا، سوال کرنا، شک کرنا یا انکار کرنا (جو علم و معرفت کی پہلی شرط ہے) ترک کر دیتے ہیں۔ خوف سے بزدلی، بزدلی سے تابعداری اور تابعداری سے غلامانہ ذہنیت جنم لیتی ہے۔ جرأت و بیباکی کا نام و نشان باقی نہیں رہتا۔ تلاش و جستجو اور تحقیق و تفتیش کا جذبہ ماند پڑ جاتا ہے، تجربے کے بازو شل اور مشاہدے کی آنکھیں کور ہو جاتی ہیں۔ ایجاد و تخلیق کے سوتے سوکھ جاتے ہیں اور رفتہ رفتہ ایک ایسی نسل وجود میں آتی ہے جو ذہنی طور پر مفلوج اور عملی طور پر اپاہج ہوتی ہے۔ بھیڑوں کا یہ گلہ جو نہ خود بیں ہوتا ہے نہ جہاں بیں، بقا و ترقی کی جدوجہد میں ان قوموں کا مقابلہ کیسے کر سکتا ہے جو اپنی تخلیقی قوتوں میں اضافہ کی مسلسل کوشش کرتی رہتی ہیں خوب سے خوب تر کی تلاش میں سرگرداں رہتی ہیں۔

فکر و عمل کے قوانین قدرت سے ہم آہنگی کا نام سیکولرازم ہے اور اگر قوانینِ قدرت کی خلاف ورزی کی جائے تو انسان کو اسے بھگتنا پڑتا ہے انسانی تخلیق کا ہر عمل چونکہ قوانین قدرت کے مطابق ہوتا ہے لہٰذا شعر کہنا ہو یا تصویر بنانا، کھڈی پر کپڑا بننا ہو یا

ہوائی جہاز اڑانا، ہم اپنے کاموں کے دوران سیکولر انداز اختیار کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، ہم مانیں یا نہ مانیں لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ ہمارے عمل کی ذمہ داری ہم پر ہے اور اس میں کسی ماورائی طاقت کا دخل نہیں ہے۔ یہ کہہ کر قتل کے الزام سے ہرگز بچ نہیں سکتے کہ ہم کو خواب میں قتل کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ بیماریوں کا علاج اور حفظان صحت کے طور طریقے بھی سیکولر اصولوں پر ہی وضع ہوتے ہیں مگر پرانے زمانے میں انسان قوانین فطرت سے بہت کم واقف تھا لہٰذا مظاہر فطرت سے ڈرتا تھا ان کی پوجا کرتا تھا اور ان کے لطف و کرم کا طالب رہتا تھا۔ کانسے کی تہذیب کے زمانے میں وادیٔ نیل، وادیٔ دجلہ اور وادیٔ سندھ میں بڑی بڑی تہذیبیں اُبھریں اور انسان نے اپنے آرام و راحت کے لیے بے شمار نئی نئی چیزیں بنائیں لیکن شعور ہنوز تجرباتی تھا استدلالی نہ تھا وہ اپنی ایجادوں اور دریافتوں سے کوئی سائنسی کلیہ یا نظریہ اخذ نہ کر سکا اس کا عمل سیکولر تھا لیکن اس کی سوچ سیکولر نہ تھی۔

۷۔۴ متن کے پہلے حصے پر گفتگو سے پہلے

متن کا پہلا حصہ آپ نے پڑھ لیا ہے اس میں سیکولرازم کی اصطلاح کے معنی اور اس کی مختصر تاریخ بیان کی گئی ہے لیکن اس حصے میں جن باتوں سے بحث کی گئی ہے ان پر غور کرنے سے پہلے آیئے ہم مشکل الفاظ کے معنی سمجھ لیں:

لاطینی زبان	=	قدیم اطالیہ کی کلاسیکی زبان۔
لغوی معنی	=	وہ معنی جو لغت میں دیے ہوئے ہوں۔
قرونِ وسطیٰ	=	درمیانی زمانہ۔
ادارے	=	جماعت یا کوئی انتظامی سلسلہ۔
نظم و نسق	=	انتظام، بندوبست۔

کلیسا = گرجا (یہاں مراد ہے مذہبی)

انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا = ایک کتاب جس میں سبھی علوم کی بنیادی معلومات ہے۔

انسائیکلوپیڈیا امریکانا = اسی قسم کی دوسری کتاب کا نام

قدرتی اخلاق = برتاؤ کے بنیادی طریقے

مابعد الطبیعیات = وہ علم جو نظر آنے والی چیزوں سے آگے کی معلومات کا ہو۔

کلیہ = اصول جسے سب نے مان لیا ہو۔

فکر = فلسفہ۔

لافانیت = ہمیشہ قائم رہنے کی خصوصیت۔

اساس = بُنیاد۔

سوشلسٹ = یہ اصطلاح ان لوگوں یا طریقوں کے لیے استعمال ہوتی ہے جو سبھی انسانوں کی مساوات کے قائل ہیں۔

آزاد خیال = دلیل اور سائنسی طرز فکر کے ماننے والے۔

خرد مندی = عقل اور سائنس کو اولیت دینا۔

اجتہاد = دئے ہوئے مذہبی اصولوں سے غور و فکر کر کے اپنے طور پر نئے اصول بنانا۔

خود بیں = اپنی کو دیکھنے والا۔

جہاں بیں = دنیا کو دیکھنے والا۔

مشاہدہ = دیکھنا۔

کور = اندھی۔

ماورائی = نظر نہ آنے والی۔

حفظانِ صحت = تندرستی کی حفاظت۔

مظاہرِ قدرت = قدرت کو ظاہر کرنے والی چیزیں۔

دجلہ و فرات = مغربی ایشیا کے دو بڑے دریا۔

وادیٔ سندھ = دریائے سندھ کی وادی جہاں برِاعظم ہند کی

پہلی تہذیب پھلی پھولی

استدلالی	=	دلیل پر قائم
ایٹم	=	چھوٹے سے چھوٹا ذرّہ
پرستش	=	پوجا
تبلیغ	=	کسی عقیدے یا مذہب کا پرچار
صلیب	=	سولی، پھانسی
الوہی	=	مذہبی
جاہ وحشم	=	مرتبہ اور شان
ارفع	=	سب سے اونچا
رومۃ الکبریٰ	=	عظیم سلطنت روم

یہاں پھر اس بات کو دُہرا دینا ضروری ہے کہ ان لفظوں کے وہی معنی یہاں دیے جا رہے ہیں جو اوپر دیے ہوئے (۷-۳) میں استعمال ہوئے ہیں کیونکہ ہر لفظ کے معنی موقع اور محل کے اعتبار سے بدل جاتے ہیں اس لیے یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے۔ پھر اس فہرست پر نظر ڈالنے سے آپ کو ایک اور بات کا بھی اندازہ ہوگا اس میں تین قسم کے لفظ ملیں گے۔

۱۔ اساس بمعنی بنیاد۔

۲۔ دوسرے اس قسم کے لفظ جو دو لفظوں سے مل کر بنے ہیں۔ جیسے آزاد خیال = آزاد + خیال یعنی وہ شخص جو کسی خیال کو محض عقیدے کے طور پر ماننے کو تیار نہ ہو۔ یا اسی طرح خردمندی = خرد + مندی یا جاہ وحشم = جاہ اور حشم دو لفظوں سے مل کر بنا ہے اور بیچ میں اور کے معنی دینے والا 'و' جوڑ دیا گیا ہے۔ یا رومۃ الکبریٰ = رومۃ + ال + کبریٰ = یعنی روم جو عظیم ہے بڑا ہے بلند مرتبہ ہے۔

۳۔ وہ جو اصطلاح کے طور پر استعمال ہوئے ہیں یا کسی خاص جگہ، کتاب یا شخص سے منسوب ہیں:

اصطلاح جیسے مابعد الطبیعیات : ——— طبیعیات ———

ایسے تصورات، خیالات اور اصولوں کا علم جو نظر نہ آنے والے معاملات سے متعلق ہوں۔

یا پھر نام جیسے انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا: ایک کتاب کا نام ہے جس میں سبھی علمی معاملات کے بارے میں معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ یہ کتاب کئی جلدوں میں ہے۔ ان باتوں سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد اب اصل متن کو ایک بار پھر پڑھیے۔

۵۔۷ متن کے پہلے حصے پر گفتگو

متن کے پہلے حصے میں صرف سیکولرازم کے معنی بیان کیے گئے ہیں۔ یہ لفظ کس کس طرح چلن میں آیا اور مختلف زمانوں میں کن کن معنوں میں استعمال ہوتا آیا ہے۔ انہوں نے واضح کیا ہے کہ اس اصطلاح کی بنیاد ضمیر و فکر اور آزادئ رائے پر ہے اور اس آزادی کو سب کے لیے ضروری خیال کیا گیا ہے۔

شروع شروع میں اس قسم کے خیال رکھنے والوں کو بڑی تکلیفیں اٹھانی پڑیں لیکن بعد میں اکثر حکومتوں نے اس اصول کو تسلیم کر لیا کہ مذہبی معاملات میں ہر شہری کو مکمل آزادی ہونی چاہیے اور کسی شخص پر اس کے مذہب کی وجہ سے نہ تو کوئی ظلم ہونا چاہیے نہ اسے غیر ضروری رعایتیں حاصل ہونی چاہئیں۔ اسی تصور کی تاریخ اس عبارت میں بیان کی گئی ہے۔

یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جب کبھی آزادئ رائے پر جبر اور تشدد کے ذریعے روک لگائی جاتی ہے تو اس کے بھیانک نتیجے نکلتے ہیں، قوموں کی ترقی رک جاتی ہے اس سے تعلق رکھنے والے خوف اور دہشت کا شکار ہو کر رہ جاتے ہیں۔

۷-۶ کچھ انداز بیان کے بارے میں

اب ایک نظر یہ بھی دیکھتے چلیں کہ اپنی بات کہنے کا کیا طریقہ مصنّف نے استعمال کیا ہے۔

پہلی بات تو یہ دیکھیں گے کہ جس اصطلاح یا لفظ کو بھی استعمال کیا ہے پہلے اس کے معنی طے کرنے کی کوشش کی گئی ہے اسے 'تعریف' کہتے ہیں۔

پہلے ہی حصے میں سیکولرازم کی اصطلاح کی تعریف کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ لفظ کیسے بنا اور پہلے کن معنوں میں استعمال کیا گیا۔

دوسری بات آپ نے یہ دیکھی ہوگی کہ اپنی بات کو مصنّف دلیل اور مثال سے سمجھانا چاہتا ہے اور اس کوشش میں ایک ہی بات کو طرح طرح سے بیان کرتا ہے یا اس بات کے مختلف پہلوؤں کو مختلف طریقوں سے دُہراتا ہے مثلاً جبری زبان بندی کے کیا نتیجے نکلتے ہیں ان کو بار بار کئی طریقوں سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ طریقے (۷-۳) میں بیان کیے گئے ہیں۔

اس کے علاوہ آپ نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ مشہور شعر کے ٹکڑوں سے بھی مصنف نے کام لیا ہے۔ شعر تو نقل نہیں کیے ہیں مگر ان کے ٹکڑے نثر کے جملوں میں کھپا دئے ہیں مثلاً اقبال کا مشہور شعر ہے:

نہ خودبیں نہ خدابیں نے جہاں بیں
یہی شہکار ہے تیرے ہُنر کا

اس میں اقبال نے خدا سے شکایت کی کہ تو نے جس انسان کو مثالی تخلیق قرار دیا تھا اس کا یہ حال ہے کہ نہ وہ اپنے آپ کو دیکھ سکتا ہے نہ تجھے پہچان سکتا ہے نہ دنیا زمانے کو سمجھ سکتا ہے۔ اس ٹکڑے، کو مصنّف نے نثر میں استعمال کیا ہے جس سے بیان میں زور اور کیفیت پیدا ہوگئی ہے۔

مشق I

۱۔ سیکولرازم کی اساس کس کلیے پر قائم ہے؟
۲۔ متن کی عبارت میں تین بڑے دریاؤں کی وادیوں کا ذکر آیا ہے وہ کون سی ہیں؟
۳۔ جبری زبان بندی سے قوموں کو کیا نقصانات ہوتے ہیں؟
۴۔ مندرجہ ذیل جملے کا مطلب پانچ جملوں میں سمجھائیے۔
"ہمارے عمل کی ذمہ داری ہم پر ہے"
۵۔ اس جملے کی تفصیل بیان کیجیے "اس کا عمل سیکولر تھا لیکن اس کی سوچ سیکولر نہ تھی۔

اپنا امتحان خود لیجیے I

۱۔ سیکولرازم کی اصطلاح سب سے پہلے کس نے استعمال کی؟
(۱) کارل مارکس (۲) گاندھی جی (۳) جارج آئی ہولی اوک
۲۔ سیکولرازم کی لفظ کی اصل کیا ہے؟
(۱) سیکل (۲) سیکولم (۳) کلاسیکل
۳۔ سیکولرازم کی اصطلاح سب سے پہلے کب استعمال کی گئی؟
(۱) ۱۹۴۷ء (۲) ۱۷۵۷ء (۳) ۱۸۴۰ء
۴۔ خالی جگہیں بھریے:
فکروعمل کی ____ قدرت سے ____ کا نام ____ ہے
(الفاظ: سیکولرازم، ہم آہنگی، قوانین)
(جوابات آخر میں ہیں)

۷۔ ۷ متن کا دوسرا حصہ

مغرب میں سیکولر خیالات کی ابتدا آیونا (مغربی ترکی)

کے نیچری فلسفیوں سے ہوئی جو یونانی الاصل تھے۔ کسی نے کہا کہ کائنات کا اصل اصول پانی ہے، کسی نے کہا آگ ہے، کسی نے کہا ہوا ہے اور کسی نے کہا ایٹم ہے۔ ان میں بیشتر یونانی خداؤں کے قائل تھے لیکن دنیاوی حقیقتوں کی تشریح وہ سیکولر انداز میں کرتے تھے۔ یونان کی شہری ریاستوں بالخصوص ایتھنز کا نظام ریاست بھی سیکولر تھا البتہ لوگ دیوتاؤں کی باقاعدہ پرستش بھی کرتے تھے۔

یونان کے زوال کے بعد جب مغربی سیاست کا مرکز روم منتقل ہوگیا تو نظم و نسق کے تقاضوں کے سبب اربابِ اختیار کو وہاں بھی سیکولر طرزِ عمل اختیار کرنا پڑا۔ ابتدا میں قانونی دستاویزیں روم کے پروہتوں کے قبضے میں رہتی تھیں۔ قوانین کی تشریح اور تاویل کا حق انہیں کو حاصل تھا اور قوانین سے متعلق مذہبی مراسم کو ادائیگی بھی انہیں کی اجارہ داری تھی لہٰذا پروہت حق کا تعلق امرا کے طبقے سے تھا۔ اپنے ان وسیع اختیارات سے خوب فائدہ اٹھاتے تھے ۴۵۱ ق۔م میں جب روم میں پروہتوں کی دست درازیوں کے خلاف بغاوت ہوئی تو رومن سینٹ نے قوانین کو بارہ لوحوں میں قلم بند کر کے اپنی تحویل میں لے لیا۔

'رومن لا' کا سیکولر دور شروع ہوا۔ ملکی قوانین سینٹ بنانے لگی۔ تیسری صدی ق۔م میں پروہتوں کے بجائے جب وکیل عدالتوں میں پیش ہونے لگے تو امور ریاست میں پروہتوں کا اثر اور کم ہوگیا۔ پہلی صدی عیسوی میں رومی معاشرے میں ایک نیا مشرقی عنصر داخل ہوا جس نے یورپ والوں کی زندگی پر گہرا اثر ڈالا۔ یہ عنصر عیسائی مذہب کا تھا۔

حضرت مسیح کا حکم تھا کہ خدا کا حق خدا کو دو اور قیصر روم کا حق قیصر روم کو۔ ان کے شاگردوں نے پیغمبر خدا کی ہدایت پر عمل کیا مگر قیصر روم کو مسیحی تعلیمات کسی صورت گوارا نہ تھیں چنانچہ پطرس اور پال

نے جب روم میں تبلیغ شروع کی تو ان کو صلیب دے دی گئی، لیکن اس بیداد کے باوصف عیسائی مذہب کی مقبولیت بڑھتی رہی اور آخرکار شہنشاہ قسطنطین (۲۷۴ء-۳۳۷ء) کو اعلان کرنا پڑا کہ "عبادت کی آزادی سے کوئی شخص محروم نہیں کیا جائے گا اور ہر فرد بشر کو اختیار ہوگا کہ الوہی امور کا تصفیہ اپنی مرضی سے کرے،، مگر ۳۱۳ء میں جب قسطنطین خود عیسائی ہوگیا تو غیر مسیحی آبادی پر ستم ڈھایا جانے لگا۔

شہنشاہ قسطنطین نے اس سے پہلے ہی شمالی یورپ کی وحشی قوموں کے حملے سے بچنے کی غرض سے اپنا دارالسلطنت روم سے قسطنطنیہ (استنبول) منتقل کر دیا تھا جو یقیناً زیادہ مرکزی اور محفوظ جگہ تھی۔ اس کی موت کے بعد تاج و تخت کے لیے جھگڑے شروع ہوگئے اور سلطنت دو حصوں میں بٹ گئی ایک قسطنطنیہ کی بازنطینی سلطنت اور دوسری مغربی سلطنت جس کا صدر مقام روم تھا۔

مگر مغربی سلطنت روما کے قدم ابھی جمے نہ تھے کہ مشرقی یورپ سے گوتھ اور ہن قوموں نے بڑی یلغار کر دی۔ ۴۱۰ء میں انہوں نے روم کو بھی تاخت و تاراج کر دیا۔ البتہ سلطنت روما کا زوال رومن کلیسا کے حق میں بڑی نعمت ثابت ہوا۔ قسطنطنیہ کی مانند اگر روم میں بھی کوئی مضبوط مرکزی حکومت ہوتی تو رومن کلیسا کی حیثیت وہاں وہی ہوتی جو بازنطینی سلطنت میں پادریوں کی تھی وہ شہنشاہ کی اطاعت پر مجبور ہوتے اور کبھی یہ دعویٰ کرنے کی جرأت نہ کرتے کہ کلیسا ریاست سے ارفع و اعلیٰ ادارہ ہے۔

یورپ کے نئے حاکموں نے بھی کلیسا سے کوئی تعرض نہ کیا بلکہ اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کی کیونکہ پادریوں کے تعاون کے بغیر وہ حکومت نہیں کر سکتے تھے۔

دوسری طرف کلیسا نے بھی وفاداری ہی میں عافیت سمجھی۔ (مذہبی پیشواؤں کو اقتدار سے سمجھوتہ کرنے میں عموماً زیادہ دیر نہیں

لگتی خواہ اقتدار کسی کے قبضے میں ہو)

سیکولر درس گاہوں کی ابتدا اگر اٹلی میں ہوئی تو یہ بھی کوئی اتفاقی امر نہ تھا بلکہ صنعت و تجارت کی ترقی کا تاریخی تقاضہ تھا۔ اٹلی کے بینکروں، جہاز سازوں اور ریشمی اُونی ملوں کے مالکوں کو تربیت یافتہ اور ہنر مند کارکنوں کی ضرورت تھی مگر تعلیمی ادارے کلیسا کے ماتحت تھے جو فنی تعلیم کے سخت خلاف تھے لہٰذا سرمایہ دار طبقے کو مجبوراً سیکولر درس گاہیں قائم کرنی پڑیں۔

دوسرا اہم رجحان جس سے سیکولر عناصر کو تقویت ملی وہ شرعی قوانین کی جگہ سول قوانین کی بڑھتی ہوئی مقبولیت تھی اس رجحان کو بھی اٹلی کی جمہوری حکومتوں ہی نے سہارا دیا۔

یورپ میں سائنسی تجربوں کا دور عربی تصانیف کے لاطینی ترجموں کے بعد شروع ہوا۔ اس دور کے سائنس دانوں میں سب سے ممتاز روجر بیکن (۱۲۱۴ء - ۱۲۹۴ء) ہے۔ تحصیل علم کے شوق میں وہ آکسفورڈ سے فرانس اٹلی اور غالباً اسپین بھی گیا وہیں وہ مسلمان سائنس دانوں کے خیالات سے واقف ہوا۔

روجر بیکن کے نزدیک علم و آگہی کا واحد ذریعہ تجربہ ہے۔ چودھویں صدی میں قومی ریاستوں کے قائم ہونے سے سیکولر خیالات خوب پھلے پھولے۔ قومی ریاستوں کو کلیسا کی گرفت سے آزاد ہونے کے لیے جن دلیلوں کی ضرورت تھی وہ سیکولر مفکر ہی فراہم کر سکتے تھے۔

سترھویں صدی میں جو عقلیت کا دور کہلاتا ہے سیکولر رجحانات کو مزید تقویت ملی۔ اسی بنا پر پروفیسر آرنلڈ ٹوائن بی نے لکھا ہے کہ "سترھویں صدی مغربی زندگی پر سیکولرازم کی بالادستی کی صدی ہے۔"

سیکولرازم ہی کے طفیل مغربی معاشرے میں معاشی مفاد نے اور تحقیق و تفتیش کے دائرے میں سائنس نے مذہب کی جگہ لے لی۔

اٹھارھویں صدی یورپ میں صنعتی انقلاب، سیاسی انقلاب اور

روشن خیالی کے عروج کی صدی تھی۔ ایسے بے شمار مفکر پیدا ہوئے جنھوں نے معاشرتی اقدار و افکار کا رُخ ہی بدل دیا اور جب عوام کی انقلابی جدّوجہد (امریکہ اور فرانس) میں شروع ہوئی تو سیکولر خیالات نے عملی پیراہن پہن لیا۔

امریکی جنگ آزادی کی قیادت وہاں کے صنعت کاروں اور تاجروں نے کی تھی۔ ان طبقوں پر اور ان کے فکری نمائندوں پر برطانوی سیاسی مفکّر اور فرانسیسی خرد افروزوں کا گہرا اثر تھا انھوں نے امریکی ری پبلک کی بنیاد سیکولر اصولوں پر رکھی چنانچہ امریکہ کا نیا آئین جو ۱۷۸۹ء میں منظور ہوا خالص سیکولر آئین تھا۔ یہ آئین ہنوز رائج ہے۔ اس کے مطابق اقتدارِ اعلیٰ کا سرچشمہ ملک کے باشندے ہیں۔ آئین کی دفعہ ۶ کے مطابق ریاست کے کسی عہدے کے لیے مذہب کی کوئی شرط نہیں۔ صدر کی تحریک پر کانگریس نے ۱۷۹۳ء میں آئین میں پہلی ترمیم کی جس میں طے پایا کہ "کانگریس مذہب کے قیام یا مذہب کی آزادی پر پابندی کے سلسلے میں کوئی قانون پاس نہیں کرے گی۔"

سیکولرازم کو پوری طرح رواج پانے میں ایک صدی لگی اور مغربی قوموں نے بڑی جدّوجہد کے بعد پہلی بار وہ حقوق حاصل کیے جو سیکولرازم کی جان ہیں مثلاً تحریر و تقریر کی آزادی، ضمیر و فکر کی آزادی، پریس کی آزادی، تنظیمیں بنانے کی آزادی اور اختلافِ رائے کی آزادی۔ ورنہ جاگیری دور میں تو کسی نے ان حقوق کا نام بھی نہ سنا تھا۔

۷۔۸ متن کے دوسرے حصّے پر گفتگو سے پہلے

آپ پہلی بار متن کا کوئی حصہ پڑھتے ہیں تو آپ کا پورا دھیان اس کا مطلب سمجھنے کی طرف لگا رہتا ہے اور اس کام میں اگر کوئی مشکل لفظ

تصوّر یا اصطلاح رکاوٹ ڈالتی ہے تو اس سے الجھن ہوتی ہے۔ لٰہذا پہلے مشکل لفظوں یا اصطلاحوں سے نمٹ لینا چاہیے :

اصطلاحیں

معاشرہ = تہذیب، رہن سہن کا ڈھنگ، غور و فکر کا انداز۔

ری پبلک = جمہوریہ۔

نام، لقب، مقام وغیرہ

قیصر = روم کے بادشاہ کا لقب۔

پطرس اور پال = حضرت عیسیٰ کے دو ممتاز پیروکار، عقیدت مند اور ساتھی

بازنطینی = سلطنت کا وہ حصہ جو ایشیا میں تھا اور قسطنطنیہ کے زیر اثر تھا۔

الفاظ

ارفع = سب سے بلند، رفیع۔ بلند، ارفع سب سے زیادہ بلند۔

خرد افروزوں = دانش ور، مفکّر۔

اقتدار اعلیٰ = سب سے زیادہ اختیار والے۔

الوہی = مذہبی، الوہی سے مراد ہے خدا سے متعلق۔

امور = معاملات۔

باوصف = باوجود۔

تصفیہ = فیصلہ۔

سرچشمہ = منبع۔

کانگریس = امریکی پارلیمنٹ، کانگریس کہلاتی ہے

۷-۹ متن کے دوسرے حصّے پر گفتگو

ایک بار پھر ذرا متن کے دوسرے حصّے کو پڑھیے۔ پہلے حصّے میں بھی لکھنے والے نے سیکولرازم کی اصطلاح کا مطلب واضح کیا تھا اور بتایا تھا کہ اس سے کیا مراد لی جانی چاہیے۔ بعض لوگ

سیکولرازم کو مذہب کی مخالفت سمجھتے ہیں جو صحیح نہیں ہے بلکہ سیکولرازم صرف یہ بتاتا ہے کہ ریاست کے معاملات الگ ہیں اور مذہب کے معاملات جدا اور ہر شہری کے لیے بلالحاظ مذہب ایک سا قانون ہوگا اور ایک سے مواقع ہوں گے۔

سیکولرازم کا مطلب یہ بھی ہے کہ علم وآگہی کی بنیاد محض مذہبی عقیدے پر نہیں ہوگی بلکہ تجربے سے حاصل ہونے والے علم پر ہوگی۔

اب اس دوسرے حصّے میں ان خیالات کے پنپنے اور پھلنے پھولنے کا ذکر ہے۔ پہلے تو صنعت وحرفت کے تقاضوں کی بنا پر ایسی درس گاہیں اور مدرسے قائم کرنے پڑے جہاں محض مذہبی تعلیم نہ ہو بلکہ ہاتھ سے کام کیے جانے والے کام سکھائے جائیں۔

دوسرے ایسے قانون بنانے پڑے جو سبھی شہریوں کے لیے ایک ہوں اور ان میں کسی کو کسی دوسرے پر ترجیح نہ دی جائے۔ عربی تصانیف سے لاطینی ترجموں نے فکر کے نئے دروازے کھول دئے اور روجر بیکن نے علم وآگہی کا ذریعہ تجربے کو قرار دے کر سیکولر خیالات کے پھیلنے کے لیے مناسب فضا تیار کردی۔

اس کے بعد کا زمانہ تین انقلابوں کا زمانہ تھا۔ انقلاب فرانس، انقلاب امریکہ اور صنعتی انقلاب۔ اور ان تینوں انقلابوں نے انسان کو نئے تصوّرات سے آشنا کیا اور سائنسی طرز پر سوچنے پر آمادہ کیا۔ اور یہ خیال عام ہوگیا کہ علم عقیدے کے سہارے نہیں، باہمی تعاون اور آزادیٔ رائے کے ذریعے اور تجربے کے سہارے آگے بڑھتا رہا۔

اس طرح سیکولرازم پوری دنیا میں اکثر مغربی ریاستوں کا مزاج بن گیا اور اس مزاج کا ایک حصہ وہ پانچوں آزادیاں بھی تھیں جن کے بارے میں اس سے پہلے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

۷-۱۰ کچھ اندازِ بیان کے بارے میں

اگر آپ تھک گئے ہوں تو اندازِ بیان پر غور کرنے سے پہلے تھوڑا سا وقفہ دیں، ذرا دیر آرام کریں، کیونکہ اندازِ بیان سے لطف لینے کے لیے آپ کا تازہ دم ہونا بہت ضروری ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ بات کہنے کے تین چار ڈھنگ تو سامنے کے ہوتے ہیں۔

ایک ایسا کہ بات دلیل کے ساتھ آپ کی سمجھ میں آجائے۔

دوسرے ایسا کہ دلیل سے زیادہ زور اس پر ہو کہ آپ کی آنکھوں کے سامنے نئی تصویریں اور نئے رنگ بکھر جائیں اور ایک ذہنی اور جذباتی خوشی آپ پر طاری ہو جائے۔

تیسرے ایک ایسا انداز بھی ہوتا ہے جس میں بات اشاروں میں کہی جاتی ہے اور دلیل اور صراحت نہیں ہوتی۔

چوتھے ایک ایسا طریقہ بھی اختیار کیا جاتا ہے جس میں بیان ہی پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ دلیل، اشارے اور کیفیت کے پہلو نظر انداز ہو جاتے ہیں۔ (یہ اندازِ بیان عام طور پر فلسفے اور قانون کی کتابوں کے لیے زیادہ موزوں ہوتا ہے)

اب ذرا متن کی اس عبارت کے اندازِ بیان پر نظر ڈالیے تو اس میں آپ کو پہلے اور دوسرے قسم کے انداز بیان کا عکس ملے گا۔ یوں تو سارا زور پہلے ہی انداز پر ہے یعنی صراحت، وضاحت اور دلیل کے ذریعے بات سمجھائی گئی ہے مگر کہیں کہیں دوسری قسم کا انداز بیان بھی ہے جس سے عبارت خشک اور غیر دلچسپ ہونے سے بچ گئی ہے۔ سید سبطِ حسن پہلے اپنے موضوع کو مختلف حصوں میں تقسیم کرتے ہیں مثلاً یہ سوال انھوں نے قائم کیا ہے کہ دنیا میں سیکولر عناصر کے پنپنے کی اہم وجہیں کون سی ہوئیں پھر ان رجحانات کو ایک دو تین کر کے ترتیب کے ساتھ بیان

کرتے چلے گئے ہیں۔ یہ سب باتیں گویا مضمون کے مختلف حصوں کو دلیلوں کی بنیاد پر آگے بڑھاتے ہیں۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ تخیل کو مختلف تصویروں سے کیفیت بخشنے والے ٹکڑے بھی وہ برابر استعمال کرتے ہیں، مثلاً

(i) "خوف اتنا بڑھ جاتا ہے کہ شاخِ گل کا سایہ بھی سانپ بن کر ڈرانے لگتا ہے"

(یہ اشارہ ہے غالب کے اس شعر کی طرف :

باغ پا کر خفقانی یہ ڈراتا ہے مجھے
سایۂ شاخ گل افعی نظر آتا ہے مجھے

اس سے ایسے شخص کی تصویر آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے جو اتنا ڈرا ہوا ہے کہ پھولوں کی ڈالی کی یہ پرچھائیں زمین پر پڑتی ہے تو وہ اسے بھی سانپ سمجھ بیٹھتا ہے) یہ بات کو خوبصورتی اور کیفیت کے ساتھ بیان کرنے کی ایک مثال ہے۔

(ii) اسی طرح جبری زبان بندی کے نتیجے اس طرح بیان کرنا کہ "ملک میں گھٹن اور اُمس کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ قوم کی کمر جھک جاتی ہے"

بھی ایک ایسے ہارے ہوئے بوڑھے کی تصویر نظروں کے سامنے لاتا ہے جس کی کمر جھک گئی ہے اور جس میں زندگی کی توانائی اور عمل کا جوش باقی نہیں رہا۔

اس مضمون سے آپ یہ بھی سیکھ سکتے ہیں کہ بڑی اور لمبی چوڑی بحثوں کا نچوڑ چند جملوں بلکہ چند لفظوں میں بیان کیا جا سکتا ہے اور یہ جملے اور یہ لفظ ایسے سادہ، عام فہم اور دلچسپ ہو سکتے ہیں کہ ان کے پڑھتے ہی پورا مسئلہ سامنے آجائے مثلاً ایک ہی بات کو مختلف طریقوں سے بیان کرنے کی مثال دیکھیے :

ایک طریقہ : خوف سے بزدلی، بزدلی سے تابعداری اور تابعداری سے غلامانہ ذہنیت جنم لیتی ہے۔

دوسرا طریقہ : جرأت و بیباکی کا نام و نشان باقی نہیں رہتا۔

تیسرا طریقہ : تلاش و جستجو اور تحقیق و تفتیش کا جذبہ ماند پڑ جاتا ہے۔
چوتھا طریقہ : تجربے کے بازوشل اور مشاہدے کی آنکھیں کور ہو جاتی ہیں۔
پانچواں طریقہ : ایجاد و تخلیق کے سوتے سوکھ جاتے ہیں۔

اور ان پانچوں سے نتیجہ نکالنے کا ڈھنگ : رفتہ رفتہ ایک ایسی نسل وجود میں آتی ہے جو ذہنی طور پر مفلوج اور عملی طور پر اپاہج ہوتی ہے۔

گویا آپ اس متن سے سیکھ سکتے ہیں کہ اچھی نثر لکھنے کے لیے دو صلاحیتوں کا ہونا بہت ضروری ہے۔ ایک اپنی بات کو ترتیب کے ساتھ دلیلوں سے صراحت اور وضاحت سے پیش کرنے کی صلاحیت (یعنی مختصر سے نکتے کو بھی دلیلوں اور مثالوں کے ساتھ پھیلا کر پیش کرنے کی قدرت)

دوسرے اپنی بات کی تمام تفصیلات ضروری بحثوں اور اہم پہلوؤں کو صرف ایک جملے یا چند لفظوں میں سمو لینے کی قوت (یعنی دریا کو کوزے میں بند کرنے کی لیاقت یا تفصیلی بحثوں کو چند جملوں یا چند لفظوں میں سمیٹ لینے کی لیاقت) اور یہ باتیں اچھی نثر لکھنے میں بہت کام آتی ہیں۔

مشق II

۱۔ رومی معاشرے میں عیسائیت کے داخلے کو مشرقی عنصر کیوں کہا گیا ہے؟
۲۔ سیکولر عناصر کو تقویت دینے والے کن دو اہم رجحانات کا ذکر کیا گیا ہے؟
۳۔ روجر بیکن کے نزدیک علم و آگہی کا واحد ذریعہ کون سا تھا؟
۴۔ امریکہ کے آئین میں ۱۷۹۳ء میں پہلی ترمیم کیا تھی؟
۵۔ سیکولرازم کے تحت کون سی پانچ اہم آزادیاں حاصل ہوئیں؟

اپنا امتحان خود لیجیے II

۱۔ آپ کے نزدیک سیکولرازم کا کیا مطلب ہے؟

i۔ مذہب دشمنی
ii۔ ریاست کا کسی مذہبی اثر سے آزاد ہونا

iii۔ جزا و سزا کے تصور کی مخالفت

۲۔ وہ کون سے تین انقلاب ہیں جن سے دورِ حاضر میں سیکولرازم کے عروج میں مدد ملی ؟

۳۔ اس خیال کو آپ کس طرح ظاہر کریں گے ؟

خوف اتنا بڑھ جاتا ہے کہ ______________

۴۔ معاشرے پر خوف کے نتیجوں کو مصنف نے کس طرح ظاہر کیا ہے ؟

۵۔ اس جملے کی وضاحت چند جملوں میں کیجیے ۔

(زیادہ سے زیادہ ۵ جملے)

"اقتدارِ اعلیٰ کا سرچشمہ ملک کے باشندے ہیں"

(جوابات آخر میں دئے گئے ہیں)

۷۔۱۱ خُلاصۂ بحث

آپ نے دیکھا زبان کے برتنے کا سلیقہ مشکل بحثوں کو بھی دلچسپ انداز میں پیش کر سکتا ہے اور پڑھنے والے صرف دلیلوں ہی سے اثر قبول نہیں کرتے بلکہ بیان کے مختلف پہلوؤں کی دلچسپی سے بھی لطف لیتے ہیں اور ان سے لکھنے والے کی عبارت میں زیادہ تاثیر اور قوت آ جاتی ہے۔ اس سبق سے نہ صرف آپ کو تاریخ اور دوسرے سماجی علوم پر خود لکھنے کے لیے معلومات اور حوصلہ حاصل ہوگا بلکہ اچھی نثر کی پہچان بھی ہوگی اور آپ اچھے نثر پاروں سے بہتر طور پر لطف لے سکیں گے ۔

جوابات

مشق I

۱۔ ضمیر و فکر اور اظہارِ رائے کی آزادی

۲۔ دجلہ ، فرات ، سندھ

۳۔ گھٹن پیدا ہوتی ہے قوم کی کمر جھک جاتی ہے خوف بڑھ جاتا ہے

اور ترقی رک جاتی ہے۔

اپنا امتحان خود لیجیے I

۱۔ جارج آئی ہولی اوک
۲۔ سیکولم
۳۔ ۱۸۴۰ء
۴۔ قوانین، ہم آہنگی، سیکولرازم

مشق II

۱۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ مشرق میں پیدا ہوئے۔
۲۔ سیکولر درس گاہوں کا عروج اور شرعی قوانین کی جگہ سول قوانین
۳۔ تجربہ
۴۔ مذہب کے قیام یا پابندی کے بارے میں کانگریس کوئی قانون پاس نہ کرے گی۔
۵۔ تحریر و تقریر، ضمیر و فکر، پریس، تنظیمیں بنانے کی اور اختلاف رائے کی آزادی۔

اپنا امتحان خود لیجیے II

۱۔ اا
۲۔ انقلاب فرانس، صنعتی انقلاب اور امریکہ کا انقلاب
۳۔ امثال کے لیے دیکھیے انداز بیان والا حصہ II
۴۔ ایضاً
۵۔ ملک اور ریاست پر مکمل اختیار کسی بادشاہ یا کسی خاص گروہ کا نہیں بلکہ عوام کا ہے۔

مزید مطالعے کے لیے

تاریخ ہندوستان	ذکاءاللہ
ہندوستان کی تاریخ	این سی ای آر ٹی